

جناب عرفان صدیقی

معروف کالم نگار و دانشور

معافی..... تلافی مانگتی ہے !

قائد جمعیت حضرت مولانا سید الحق صاحب کا متحدہ مجلس عمل کا تاسیسی اور بنیادی بانی ہونا دنیا پر عیاں ہے اس کے باوجود مجلس عمل کی پالیسیوں اور رسوائے زمانہ ایل ایف او پر حکومت سے سمجھوتہ کرنے کے بعد مولانا مدظلہ اور ان کی جماعت جمعیت علماء اسلام کو ایم ایم اے کیساتھ چلنا ممکن نہیں رہا تھا۔ جناب عرفان صدیقی کی اس تحریر کا لفظ لفظ مولانا مدظلہ کے اُس وقت کی ایل ایف او کی مخالفت اور عاقبت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ (ادارہ)

اجھا ہوا کہ قاضی صاحب نے نہ صرف اعتراف کر لیا کہ سترہویں ترمیم غلطی تھی بلکہ اس پر قوم سے معافی بھی مانگ لی۔ لیکن ”تلافی“.....؟ یہ ایک الجھا ہوا معاملہ ہے اور ایم ایم اے کی تفصیلی وضاحت کا تقاضا کرتا ہے۔ سترہویں ترمیم کوئی معمولی سانحہ نہیں۔ یہ دستور کو مسخ کرنے، اس کی روح پر کاری ضرب لگانے، اس کے پارلیمانی ڈھانچے کو صدارتی قالب میں ڈھالنے، وزیراعظم کے بجائے صدر کو تمام تر اختیارات کا مرکز بنانے، سلطانی جمہور کی ناک میں اسٹیمپل شمنٹ کے مکروہ عزائم کی تکمیل ڈالنے اور سول سوسائٹی کی طویل جدوجہد پر پانی میسر دینے کی ایسی واردات تھی جس نے قوم کے حساس اور باشعور طبقوں کو زبردست ذہنی و قلبی اذیت پہنچائی، تب جو شخص بھی اس ترمیم کے خلاف لب کشائی کرتا اسے نشانے پر دھر لیا جاتا تھا اور دینی جماعتوں کا دشمن قرار دے کر مطعون کیا جاتا تھا، میں خود اس تجربے سے گزرا ہوں اور یہ بات ریکارڈ پر لاتے ہوئے کوئی حجاب نہیں کہ تب جمعیت العلمائے اسلام کے بجائے سارے تیر جماعت اسلامی کی کمین گاہوں کی طرف سے آرہے تھے اور کوئی اخلاص پر مبنی اختلاف رائے سننے کو بھی آمادہ نہ تھا۔ یہ ایک الگ کہانی ہے جو کسی وقت کہی جائے گی۔

سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ سترہویں ترمیم کے ذریعے اس ایل ایف او کو آئین کا جائز اور برحق حصہ مان لیا گیا جس کے خلاف شعلہ باز تقریریں کر کے ایم ایم اے نے انتخابات جیتے تھے اور جس کے بارے میں خود قاضی صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ ایل ایف او کا حصہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے جو جاؤں گا۔ پھر تم یہ ہوا کہ

پہلے ایل ایف او کو آئین میں کی جانے والی ایک جائز ترمیم تسلیم کر لیا گیا پھر اس ترمیم شدہ آئین میں مزید ترمیم کے لئے سترہویں ترمیم لائی گئی۔ اب ہم یہ کیسے بھول جائیں کہ اس فقہانِ مسلم کے ذریعے آئین کے ۲۹ اساسی آرٹیکلز کی کم دیش ۱۳۰ شقوں میں ترمیم کر دی گئیں۔ ہم کیسے فراموش کر دیں اس ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے انقلاب کو درست قرار دیا گیا۔ ہم کیسے بھلا دیں کہ سترہویں ترمیم کے ذریعے آرٹیکل 270AA کا اضافہ کر کے جنرل پرویز مشرف کے تمام احکامات تمام فرامین تمام حکم ناموں بشمول ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے اعلانِ امر جنسی، پنی سی او کے تحت تجویز کے حلف میں تبدیلی ریفریٹم آغا خان بورڈ کے قیام جداگانہ انتخابات کے خاتمے ایل ایف او کے اجراء اور چار برسوں پر محیط صدر مشرف کے تمام اقدامات کو الف سے بے تک درست قرار دیا گیا۔ ترمیم کے الفاظ یہ ہیں:

”ان تمام اقدامات کے بارے میں تصور کیا جائے گا کہ وہ جائز طریقے سے مجاز اتھارٹی کی طرف سے بنائے گئے ہیں چاہے آئین کا تقاضا کچھ بھی ہو اور انہیں کسی بھی بنیاد پر کسی بھی عدالت کے سامنے زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔“ ہم کیسے نظر انداز کر دیں کہ اس ترمیم کے ذریعے صدر کو منتخب اسمبلیاں توڑنے اور وزیراعظم کو گھر بھیج دینے کا آمرانہ اختیار پھر سے بحال کر دیا گیا جو تیرہویں ترمیم کے ذریعے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے سو فیصد اتفاق رائے کے ساتھ آئین سے نکال پھینکا تھا؟ ہم کیسے صرف نظر کر لیں کہ اس ترمیم کے ذریعے اعلیٰ فوجی مناصب پر تقرری کے صوابدیدی اختیار ایک بار پھر صدر کی جموں میں ڈال دیئے گئے جو دنیا بھر کے پارلیمانی نظاموں میں صرف وزیراعظم کو حاصل ہیں؟

سترہویں ترمیم کا گہرا زخم قاضی صاحب کے ایک حرفِ اعتماد سے نہیں بھر سکتا۔ پاکستان میں دستور کی رسوائی اور جمہوری عمل کی تاخت و تاراج کا نوخیز لکھنے والا مورخ جب اہل سیاست کی بے ہنری اور مفاد کشی کا باب رقم کرے گا تو سترہویں ترمیم کے خاکے میں رنگ بھرنے والوں کا ذکر سب سے پہلے ہوگا۔ یہ ہماری قومی تاریخ کی واحد جمہوریت کش ترمیم ہے جس میں قرآن و سنت کی فرمانروائی کا پرچم اٹھانے والے دارحان منبر و محراب نے اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھوں میں کھیلے ہوئے اپنی پارلیمانی قوت کا سارا وزن آمریت کے پلڑے میں ڈال دیا۔ عام انتخابات میں دینی تشخص رکھنے والی جماعتیں کبھی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔ ۲۰۰۲ء کی انتخابی فضا مختلف تھی۔ دونوں بڑی جماعتیں زیرِ عتاب تھیں۔ افغانستان پر امریکی حملے نے طالبان کے نام لیواؤں کے لئے ہمدردی کی ایک لہر اٹھا دی تھی۔ نواز شریف اور بینظیر کو سیاست سے بے دخل رکھنے والے کوڑہ گراپنے مفادات کے لئے دینی جماعتوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ایم ایم اے نے بیک وقت امریکہ اور مشرق کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس فضا سے فائدہ اٹھایا اور اس کے ارکان کی ریکارڈ تعداد پانچ سو تین تھی۔

اکثریت حاصل کرنے اور اس اکثریت کو دستور کا چہرہ مخ کر کے فوجی آمر کے تمام تر اقدامات کو خلعت جواز پہنانے کے لئے استعمال کرنے کا داغ محض ایک حرفِ اعتماد سے دھل نہیں سکتا۔

مجھے صبح سے فون آرہے ہیں کہ کیا واقعی سترہویں ترمیم کے ذریعے صدر پرویز مشرف کے تمام اقدامات کی توثیق کر دی گئی تھی؟ کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔ اس فقہ سماں ترمیم نے تو آٹھویں ترمیم کو بھی مات کر دیا۔ اس ترمیم کے ذریعے جنرل تنویر نقوی کے پورے ضلعی نظام کو آئینی تحفظ دے دیا گیا۔ اس ترمیم کے آرٹیکل (7) 41 کے ذریعے تسلیم کیا گیا۔ صدر مشرف کو جمہوری طور پر عوام کی طرف سے پانچ برس صدر رہنے کا مینڈیٹ حاصل ہو گیا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے قومی اسمبلی میں خواتین کو 60 خصوصی نشستیں عطا کر دی گئیں، اس ترمیم کے ذریعے نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام کے لئے قانون سازی کا حق دے دیا گیا، اس ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کو مزید ایک سال تک وردی سمیت، اسلامی جمہوری پاکستان کے منصبِ صدارت پر فائز رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس ترمیم کے ذریعے صدارتی انتخاب کے بجائے اعتماد کے ووٹ کا ایک نیا تصور تراشا گیا جسے باضابطہ طور پر آئینی انتخاب کا درجہ دے دیا گیا۔ اس ترمیم کے ذریعے ان انتخابی ضابطوں کو منظور کر لیا گیا کہ دوبارہ وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز رہنے والا شخص تیسری بار وزیرِ اعظم نہیں ہو سکتا۔

ذرا ترمیم کے آرٹیکل (1-AA-270) کے الفاظ پر غور کیجئے:

"..... And all other laws made between the twelfth day of October, one thousand nine hundred and ninety and the date on which this article comes into force (both days inclusive) having been duly made or accordingly affirmed adopted and declared to have been validly made by the competent authority and not with standing anything contained in the constitution shall be called in question in any court or forum on any ground what so ever."

(اور تمام وہ قوانین جو ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر اس دن تک جب آئین کا یہ آرٹیکل رو بہ عمل آئے گا۔ (دونوں ایام شامل ہیں) کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ جائز طریقے سے بنائے گئے درست طور پر ان کی توثیق ہوئی اور مجاز اتھارٹی نے انہیں صحیح طریقے سے بنایا اور آئین میں درج کسی بھی دوسرے ضابطے سے قطع نظر انہیں کسی بھی عدالت یا دوسرے فورم کے سامنے چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔)

یہ سوال بے محل ہے کہ اس کے جواب میں ایم ایم اے نے کیا پایا۔ اگر کوئی کہے گا کہ صاحبانِ جبہ و دستار نے یہ کام محض اللہ کی خوشنودی اور غلط فہمی کے لئے کیا تو میں غلامِ خدا ہوں۔ لیکن عام فہم پرست پیش کردوں گا۔ یہ دلیل بھی بودی ہے

کہ ہم پرویز مشرف کی وردی اتروا کر فوج کو واپسی کا راستہ دے رہے تھے۔ فوج اس طرح کے راستوں کی متلاشی نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے دوسروں کے تراشے ہوئے راستے پسند آتے ہیں۔ خدائی خدمت گاروں نے ایوب خان، یحییٰ خان، ضیاء الحق، سبکی کو واپسی کے محفوظ راستے دیئے لیکن سب نے اپنی تقدیر خود رقم کی۔ آمروں کو راستے بتانے والوں کی نہیں اپنی راہوں سے کانٹے چننے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام ایم ایم اے نے اس مذہبی خشوع و خضوع کے ساتھ کیا کہ ایک عالم انگشت بدعاں رہ گیا۔ مسلم لیگ (ق) تو بنی ہی اس کام کے لئے تھی۔ لیکن ایم ایم اے بلند باغ دعوؤں کے ساتھ جنرل مشرف کے عزم کو ناکام بنانے کا نعرہ لگاتے ہوئے پارلیمنٹ میں گئی تھی۔ اسے صدر مشرف کے کسی ایک بھی اقدام کو خلعت جواز پہناتے ہوئے ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔ اگر دین کے نام پر سیاست کرنے والے بھی اقتدار کی حریص عمومی سیاسی جماعتوں کی طرح موقع پرستی، پیٹر بازی اور حیلہ سازی کا چلن اپنالیں تو کہاں کے اصول، کون سا نظریہ اور کس طرح کا نصب العین؟

ستر ہویں ترمیم اس وقت ہوئی جب امریکہ افغانستان پر یلغار کر چکا تھا بلکہ عراق کا قتل عام بھی شروع تھا۔ ایم ایم اے دونوں جنگوں کے خلاف ملین مارچ کر رہی تھی اور اسے اس جنگ کے سب سے بڑے حلیف اور امریکہ کے سب سے اہم اتحادی صدر پرویز مشرف کے ساتھ ڈیل کرتے اس کے تمام اقدامات کی توثیق کرتے، اسے وردی سمیت جائز طور پر منتخب صدر تسلیم کرتے اور مزید پانچ برس کی حکمرانی کا راستہ دکھاتے ہوئے کوئی حجاب نہیں آیا۔ مذاکرات کے دوران بھی کسی مرحلے میں یہ مطالبہ نہ اٹھا کہ ہم ایل او ایف کو اس شرط پر تسلیم کر لیں گے کہ صدر مشرف اپنی پالیسیوں میں توازن لائیں۔

ستر ہویں ترمیم کی منظوری اور صدر مشرف کی طرف سے وردی اتارنے سے انکار کے بعد بھی ایم ایم اے نے کوئی طوفان نہیں اٹھایا۔ نواب اکبر بگٹی کے قتل پر اپوزیشن یکسو ہوئی اور استغفوں کا معاملہ سنجیدگی سے اٹھا تو مولانا فضل الرحمان نے دلیل دی کہ ہم کسی سردار کے لئے کیوں استغفیٰ دیں، البتہ حدود آڈینس میں تہدیبی ہوئی تو ہم مستغفیٰ ہو جائیں گے، پھر نام نہاد تحفظ حقوق نسواں بل بھی آگیا اور استغفیٰ ایشیائی حسیناؤں کی کہہ مکرئی بن گئے۔

ستر ہویں ترمیم دستور کے چہرے پر حیزاب پھینکنے کے مترادف ہے، اب کوئی پلاسٹک سرجری اسے اپنی حالت پر واپس نہیں لاسکتی، ستم یہ ہے کہ ایم ایم اے آج بھی بلوچستان میں مسلم لیگ (ق) کے ساتھ شریک اقتدار ہے اور اس کے تمام ارکان وزارتوں سے لطف اعدوزہ رہے ہیں۔ پھر معافی کیا اور طلانی کیا؟ جانے اب لیل و نہار کی کتنی گردشوں کے بعد وہ پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو اس ناسور کو حیدر دستور سے باہر نکال پھینکے گی۔ 'معافی' کے پانچ حرفی مرکب سے اس سرطان کی مسجائی ممکن ہوتی تو کیا چاہیے تھا۔